© rasailojaraid.com

"ہفتہ ہو یا۔" بابا جی نے کہا۔

"افسوس! ہم کراچی گئے ہوئے تھے۔ پتا ہی نہ چل سکا۔ "

"سانوں وی نئیں پتا چلیا پتّر! صفائی کرن والے نے دسیا کہ بابا دو دِن توں اٹھیا نئیں۔ ویکھیا تے ہمیشہ واسطے اٹھ چکیا سی۔

(بیٹا! ہمیں بھی نہیں پتا چلا۔ صفائی کرنے والے نے بتایا کہ بابا دو دِن سے نہیں اٹھا۔ جب جا کر دیکھا تو وہ ہمیشہ کے لیے جا چکا تھا۔)

" کیا ہوا؟ کوئی بیماری وغیرہ تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"سردی توں وڈی کیہڑی بیماری مہاجرنوں ...."

(مہاجر کو سردی سے بڑھ کر کون سی بیماری ہوسکتی ہے۔) یہ کہہ کر بزرگ نے کھڑکی کے پٹ بند کردئے۔

ہم نے سائیکلو سٹائل مشین گھسیٹ گھساٹ کر سیڑھیوں کے نیچے رکھی اور تھکے قدموں سے مسجد وزیر خان کی طرف چل پڑے۔ لاہور کی ویران سڑکوں پر چلتے ہوئے چاند پوری نے کہا:

" خدا بابا غوث کی مغفرت کرے۔ بے چارہ آزادی کی قسطیں چکاتے چکاتے تہہ خاک جا سویا۔ وہ لدھیانہ میں ایک خوبصورت گھر چھوڑ کر آیا تھا۔ خاندان رستے میں کٹ گیا۔ جمع پونجی پاس تھی، نہ رہنے کو ٹھکانہ تھا۔ بس لے دے کے چھولوں کا ایک ٹھیلہ تھا۔ رات یہیں سیڑھیوں کے نیچے پڑ جاتا تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ جس دن ربوہ کی زمین مسلمان مہاجروں کو ملے گی۔ اُس دن میں بھی پاکستان میں اپنا گھر بناؤں گا۔ ربوہ کی زمین تو نہ مل سکی، لیکن گھر آخر مل ہی گیا... کچّی مٹی کا گھر! "

(جاری ہے)

☆......☆......☆

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

اس شہر بے وفا کی اب تو فضا ہے اور
اندر ہے دل میں اور تو لب پہ دعا ہے اور

چرچے وفا کے ہوتے ہیں ہر سمت دہر میں
ذکر وفا کچھ اور ہے پاسِ وفا ہے اور

میں تو غبار شوق میں گم ہو کے رہ گیا
میری خطا کچھ اور ہے میری سزا ہے اور

پاؤں سے آپ باندھی ہے زنجیرِ بے بسی
گرچہ شکستِ شوق کی کوئی سزا ہے اور

کیسے یقین کر لوں میں حالاتِ شہر پر
نیت ہوا کی اور ہے شورِ ہوا ہے اور

چلنا ہے ساتھ میرے تو خالؔد رہے خیال
رکنا نہیں ہے راہ میں چلنا ہے اور اور

© rasailojaraid.com